GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

Societal and Ethical Values for mutual Coexistence in the Light of the Seerah of the Prophet (PBUH)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں بقائے باہمی کے لیے معاشرتی اور اخلاقی اقدار

Mr. Noman Ijaz
M.Phill scholar Superior University Lahore
Dr. Muhammad Adnan Faisal
Senior Visiting Professor Government College University, Lahore
Dr. Neelam Bano
Assistant Professor Superior University, Lahore

Abstract

This research article investigates the societal and ethical values necessary for coexistence as reflected in the Seerah (biography) of the Prophet Muhammad (PBUH). Islam promotes peace, justice, and tolerance, emphasizing moral principles that enhance harmony within diverse communities. The Prophet's life exemplifies how individuals from various tribes, nations, and religions can coexist peacefully. His conduct toward others, including non-Muslims, underscores values like mutual respect, compassion, and reconciliation. This study is particularly relevant to contemporary social challenges where conflicts often emerge from cultural, religious, and ethnic differences. By examining the Prophet's (PBUH) approach, the research seeks to offer practical solutions for fostering unity and social harmony today. It draws primarily from Quranic teachings and Hadith, as well as a comparative analysis of modern social theories. Key events, including the Charter of Madinah, the Treaty of Hudaybiyyah, and the Prophet's interactions with non-Muslims, are explored to extract lessons on peaceful coexistence. Utilizing historical and analytical methodologies focused on documented Islamic sources, the study concludes that the Prophet's Seerah offers enduring principles for harmonious living that can contribute to a more inclusive society.

Keywords: Coexistence, Societal Values, Ethical Principles, Seerah of the Prophet (PBUH), Peaceful Harmon

بقائے باہمی کا مطلب ہے کہ لوگ مختلف تعلقات، سماجی گروہات یا جماعتوں کے درمیان مل جل کر مشترکہ زندگی گزاریں اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد اور حمایت میں ہوں۔ مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں کے مابین پرامن بقاے باہمی کا تصور اس وقت ممکن ہے جب قرآن مجید کے بیان کردہ اصول پر عمل کیا جائے ایک دوسرے سے محبت اور شفقت کا اظہار رنگ ونسل قوم قبیلے ذات پات کے دائروں کو پس پشت ڈال کر انسانیت کی بنیاد پر کیا جائے۔ یہ ایک معاشرتی اور اخلاقی اصول ہے جس کا مقصد ہے کہ لوگ متحد جماعت بن کر ایک دوسرے کو مدد فراہم کریں اور معاشرتی رشتوں میں امن وامان بنائیں۔

بقائے باہمی کی بنیاد ایک متحد جماعت بنانے، اخوت و مودت بڑھانے، اور مشترکہ مصلحتوں کے لیئے ہمدردی کا جذبہ ہے۔ یہ اہم ہے کہ لوگ اپنے اندرونی خصوصیات، مختلف تعلقات اور تفرقے کو قبول کریں اور ایک دوسرے کے حقوق و مسئولیتوں کا احترام کریں۔ بقائے باہمی سے مراد ہے کہ وہ لوگ جن کے عقائد اور افکار و نظریات یاان کے اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں ہمیں ان کو برداشت کرناچاہیے اوران کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے ان پر طعن وتشنیع یاان کے بارے میں ایسی باتیں نہ کریں جس سے ان کو تکلیف محسوس ہو۔اوراسی لیے انھیں ان کے عقائد سے مایوس کرنے یاان کے عقیدے کے مطابق عمل کرنے سے کوئی بھی زبردستی کارویہ نااپنایاجائے اس قسم کا اعلیٰ تحمل اور مختلف لوگوں کوان کے اپنے اپنے اعتقاد وعمل کی کھلی آزادی فراہم کرنایہ محض مستحسن عمل ہی نہیں بلکہ مختلف عقائد اور مختلف افکار ونظریات کے لوگوں کے درمیان امن وسلامتی کی فضاء کو قائم رکھنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بقائے باہمی کا تعلق دینی، اخلاقی، معاشرتی، اور سیاسی میدانات میں بھی موجود ہوتاہےاور یہ ایک جماعت یا مجتمع کو مضبوط بناتاہے جو اپنے ارکان کی تعلیم، تربیت، اور مدد میں متعاون ہوتی ہے۔بقائے باہمی ہمیں مضبوط اور متحد ملت بنانے میں مدد فراہم کرتی ہے جو مختلف ہنر، تجربات، اور تعلیمات سے بھری ہوتی ہے۔

بقائے باہمی کی ضرورت واہمیت۔

عصر حاضر میں عدم برداشت اور عدم رواداری بہت عروج پر ہیں جن کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بہت سارے بگاڑ پیدا ہوتے ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو مذہب اور فرقہ واریت کی بناء پر جان سے مارنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں جس کے سبب معاشروں میں بدامنی کی فضاء چلنے لگتی ہے یہ ایک اٹل حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر ہم ایک صالح اور پرامن معاشرہ تشکیل دیناضروری سمجھتے ہیں تو ہمیں سیرت مصطفیٰ اور بقائے باہمی کو فروغ دیناہوگاتاکہ ہر مسلک اور مذہب پسند اپنے مذہب کا پرچار کرسکے۔

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

بقائے باہمی اجتماعیت کی بنیادی قدر اور سماج کی بنیادی ضرورت ہے انسان کی تخلیق کی ابتداء ہی سے معاشروں میں اعلیٰ اقدار کو عروج دینے کا سلسلہ جاری رہا اگر کتب تاریخ کو پڑھیں تو پھر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جن معاشروں نے مذہبی خیالات کے تحت اعلیٰ وارفع اقدار کا سبق دیا وہ معاشرے بہت زیادہ کار آمد ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔سیرت محمدی کے بہت سے پہلو بقائے باہمی کا درس دیتے ہیں اس خلاصے کا بنیادی مقصد سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تناظر میں بقائے باہمی کے لیے اخلاقی اور معاشرتی اقدار کے پہلوؤں کو منظر عام پر لانا ہے۔ابتدائی طور پر بقائے باہمی کی دو مختلف جہتیں ہوتیں ہیں۔ایک جہت یہ ہے کہ کمزور یا مظلوم ہونے کی حالت میں صبر و تحمل اور برداشت کا عنصر کس حد تک اور کیسا ہونا چاہیے ؟اور جب دوسرا اختیارات میں طاقتور ہو تو بقائے باہمی کا اظہار کن جگہوں پر کیا جائے ؟اگر آقا کریم کی سیرت کو مکی اور مدنی دور کی روشنی میں ایک انسانیت کے طور پر پرکھا جائے تو وہ ہمارے لیے بقائے باہمی اور اخلاقی اقدار کی اعلیٰ مثال ہیں اس تحقیقی مقالہ کا مقصد سیرت رسول کی روشنی میں بقائے باہمی کے ان اصولوں کو واضح کرنا ہے جن کو آج کے مسلمان نہ صرف اپنی روزمرہ بلکہ اپنی عملی زندگی میں اپنا کر مثالی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔

سیرت النبی اور بقائے باہمی۔

دین اسلام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلاتا ضرور ہے لیکن پھر بھی اس کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والے لوگوں کو اپنے مذہب کے افکار و نظریات کو تبدیل کرنے اور دین اسلام کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔اور جبر و قہر سے بھی کام نہیں لیتا کسی دوسرے مذہب والوں کو دعوت اسلام دینا اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا یہ دونوں الگ الگ حقیقتیں ہیں۔[2] دین اسلام کے پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے

"اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ"[3]

ترجمہ: "اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو"

اور دین اسلام ہمیں دوسرے مذہب والوں کو اس طرح دعوت حق دینے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے کسی بھی گروہ کی مذہبی، آزادی پر غلط اثر ہو۔

دین اسلام[1] کے اندر مذہب کی آزادی کا مطلب ہے کہ انسان کو کسی بھی مسلک یا مذہب کے قبول کرنے کے لیے جبر و قہر سے کام نہیں لینا چاہیے اور جس مذہب یا مسلک کو وہ پسند کرتا ہے اس کے پسند کرنے یا ماننے کی وجہ سے اسے اذیت نہیں پہنچانی چاہیے کہ وہ اس مذہب کو کیوں پسند کرتا ہے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

"لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ" [4]

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

ترجمہ: ""کچھ زبردستی نہیں دین میں بیشک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی نہیں کھلنا اور اللہ سنتا اور جانتا ہے"

اور انسانی حقوق سے ہی مذہب کی آزادی بھی ایک حق ہے جس کی اسلام نے اجازت مرحمت فرمائی ہے۔اسلام کی تاریخ میں ایسے واقعات تلاش کرنا مشکل ہے جن میں کسی شخص کو جبر کے ذریعے اسلام قبول کروایا گیا ہو۔اسلامی تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ اسلام کی تاریخ میں تمام مذاہب نے باہمی طور پر بقائے باہمی کی بنیاد پر زندگی گزاری اور اپنے اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کی۔اسلام آزادئ ضمیر، اظہارِ رائے اور عمل کرنے کی آزادی کو اسلامی تہذیب کی بنیاد تصور کرتا ہے۔ [2] اور اسی طرح قرآن پاک اور شریعت مطہرہ کی بہت سی ایسی نصوص وارد ہوئی ہیں جو کسی کو اس کے مذہب یا عقیدے کو ماننے کی اجازت دیتی ہیں جس پر اس کا دل مطمئن ہو اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جب اللہ رب العزت نے خود تمام انسانوں کو ایمان لانے اور کفر اختیار کرنے میں مکمل آزادی دی ہوئی ہے۔" فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ" [5]

ترجمہ: "و جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے“

اور اسی طرح خداوند عالم نے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی یہی ہدایت کی ہے کہ جب آپ لوگوں کے لیے حق اور بھلائی کا راستہ واضح کردیں تو پھر عقیدے اور مذہب کے قبول کرنے کا اختیار اس شخص پر چھوڑدیں وہ جس کو چاہے تسلیم کرے۔

"وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا ‌ؕ اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ". [6]

ترجمہ: ""اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کروگے یہاں تک کہ مسلمان ہوجائیں"

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

"لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ"۔ [7]

ترجمہ: ""آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں"۔

قرآن مجید نے مذہبی آزادی کے بارے میں اعلیٰ معیار کا اظہار کیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں پر یہ بھی ضروری کیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کے جذبات اعتقادات اور افکار و نظریات کا خاص خیال رکھیں۔

---

[2] Farman Ali, Muhammad Sarwar Khan and Nasir Mahmood “Free Speech in Modern Western and Muslim Perspectives: Unraveling Common Grounds and Divergences “.*NUQTAH Journal of Theological Studies* 4, 1 (2024): 21-38 at 33.

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہر پہلو معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو محفوظ بنانے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے جو انسانی معاشرے کو ایک مضبوط اور متحد جماعت میں کردار ادا کرتا ہے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ اور تعلیمات معاشر بھی اخلاقی اقدار کے حوالے سے روشنی ڈالتی ہیں ان کی سیرت سے ہمیں صبر و تحمل کا اظہار اور بقائے باہمی کے اصول سیکھنے کا موقع ملتا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدار نظر ائے تو ان کی معاشرتی اور اخلاقی رہنمائی ہمارے معاشرتی مسائل کا حل فراہم کرتی ہیں ان کی سیرت میں بقائے باہمی اور اخلاقی اصولوں کی عزیمت ظاہر ہوتی ہے جو ہمیں ایک موثر اور انصافی معاشرہ بنانے کی رہنمائی فراہم کرتی ہے معاشرتی اقدار اور بقائے باہمی انسانیت کے لیے بنیادی چیزیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت سے ہمیں کمزوری یا ظلم کی حالت میں صبر اور تحمل کی اہمیت اور طاقتور ہونے پر بقائے باہمی کا دعوتی منہ پیش ہوتا ہے ان کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ ایک مستقل اور متحد جماعت کی بنیاد کس طرح رکھی جاتی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام سے ناآشنا قوموں اور قلیل و تعداد گروہ کی دیکھ بھال کے لیے آزادی اور بقائے باہمی پر مشتمل ارشادات اور عملی طور پر اقدامات تاریکی کے اس عالم میں روشن فرمائے جس وقت بہت سے لوگ آزادی مذہب اور بقائے باہمی سے کوسوں دور تھے کوئی بھی مذہب ہو اس کا اغاز اس کے کردار کو واضح کرتا ہے اور اسلام کا مکی دور ہمارے لیے اتحاد کی راہیں ہموار کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس کے متعلق قرآن مجید ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ جس وقت مسلمان اور ان کے مقابلے میں طاغوتی قوتیں اپنے دین اور اس کی تہذیب بھی سوچ پر پختگی سے جمی رہیں تو اس وقت اہل مسلم نے اپنا دین اور مذہب تبدیل نا کرنے کا راستہ اختیار کیا حالانکہ وہ مکے میں سب سے کمزور تر سیاست اور اقتصادیت کی حالت میں تھے تو اس وقت کافروں نے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑنے سے انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کافرون کی تلاوت فرمائی دونوں اپنے اپنے دین اور مذہب پر ثابت قدم رہیں زندہ ہو اور زندہ رہنے دو کہ مقولہ پر اتفاق کریں یہ ایسا معاہدہ تھا جس سے زمین کا ہر حصہ پر امن بقائے باہمی کے سانچے میں ڈھل سکتا ہے۔ آپکی سیرت ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ہم ایک معاشرے میں فرقہ واریت کو چھوڑ کر بقائے باہمی کے لیے ایک پر امن معاشرے کی بنیاد رکھیں

آپس میں تعلقات کی بنیاد:

دین اسلام تمام امت مسلمہ کو ایک دوسرے کے ساتھ اعلی اخلاق کے ساتھ برتاؤ کرنے کی تلقین کرتا ہے اور آپس میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی ٹھہراتا ہے اور ان کے درمیان باہمی اخلاقی اور قانونی حقوق کو مقرر کرتا ہے اور آپس میں مل کر کام کرنے اور ساتھ دینے کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور ساری انسانیت کو ایک نظام زندگی مہیا کر کے ایک امت بناتا ہے اور یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ دین اسلام ہی وہ دین ہے جس نے اس امت مسلمہ کو ایک اعلیٰ اور عمدہ نصب العین دیا ہے وہ اس طرح کے یہ امت مسلمہ کائنات عرضی میں اللہ وحدہ لاشریک کے دین کے جھنڈے کو لے کر اٹھے اور تمام انسانیت کو ان کی آخروی اور دنیاوی زندگی کی کامیابی کا سرچشمہ عطا کرے عالم کائنات میں خیر خواہی اور بقائے باہمی اور نیکیوں کو پھیلائے اور برائیوں کو جڑ سے اکھیڑ دے۔

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"[8]

ترجمہ:""تم بہتر امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو"

اگر قرآن و حدیث کا گہرائی اور قلب سلیم کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو اس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ تعلقات معاملات اور بقائے باہمی یہ شریعی حق ہے ۔ہمیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مذہب اور فرقہ کی بنیاد پر آپس میں اپنے تعلقات کو پارہ پارہ نہ کریں بلکہ قرآن وحدیث اور سیرت النبی کی روشنی میں ایک دوسرے کے ساتھ یہ پیغام دیتے ہوئے نظر آئیں کہ جس قوم میں بقائے باہمی اور صبر و تحمل کا مزاج نہ ہو اس معاشرے کی بنیاد اصلاح پر نہیں ہوتی۔

اسلام میں برابری :

اسلام میں برابری کا تصور بہت اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن اور حدیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جانی چاہیے۔ برابری کا مطلب ہے مساوات یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا خواہ وہ کسی بھی قوم نسل یا زبان سے منسلک ہو اس کو بھی عام مسلمان کی طرح برابری کا حق حاصل ہوتا ہے اس کو مساوات کہا جاتا ہے اور دین اسلام ہمیں اس بات کا واضح طور پر یہ درس دیتا ہوا نظر آتا ہے کہ رب تعالی کے سامنے تمام لوگ برابر ہیں کسی کو رنگ گورے کالے یا حسب و نسب کے عمدہ ہونے کی وجہ سے کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

"یاایھاالناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد، الالافضل لعربي علی عجمي ولا عجمي علی عربي ولا احمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوی (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) ، الاھل بلغت؟ قالوا: بلی یارسول اللہ! قال: فیلبغ الشاھد الغائب"[9]

ترجمہ:""سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبۃ الوداع ارشاد فرمایا اور فرمایا: لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ للہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے وہ شخص سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، خبردار! کیا میں نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: حاضر لوگ یہ باتیں غائب لوگوں تک پہنچا دیں"

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ کوئی بھی قوم یا معاشرہ اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک وہ آپس کی نفرتیں ختم کر کے ایک دوسرے کو عزت نہ دیں جیسا کہ حضور نے فرمایا کہ تمام لوگ برابر ہیں اگر کوئی اعلی ہے تو وہ تقوی کی بنا پر ہے تو سیرت کے اس پہلو میں بقائے باہمی پر زور دیا گیا ہے کہ ہم آپس میں یہ درجہ بندی ختم کریں کیونکہ اسلام میں تمام لوگ برابر ہیں ماسوائے تقوی والوں کے تو کسی بھی کامیاب معاشرے یا قوم کے لیے بقائے باہمی بہت ضروری ہے اور جس معاشرے میں بقائے باہمی نہ ہو وہ معاشرہ یا قوم فتنہ وفساد کی طرف چلی جاتی ہے خطبہ حجۃ الوداع سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ اپنے فخر و نسب

کو چھوڑ کر بقائے باہمی کو فروغ دیں جیسا کہ حضور نے ہمیں اس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔اسلام میں برابری کا مقصد ایک ایسے معاشرتی نظام کا قیام ہے جہاں سب لوگ باہمی احترام اور عدل کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

سیرت النبی کی روشنی میں بقائے باہمی کے لیے اخلاقی اقدار:

اخلاق خلق کی جمع ہے اس کا لغوی معنی ہے عادتیں خصلتیں اصطلاح میں اخلاق انسان کے اس نفسانی ملکہ کا نام ہے جو اس بات کا متحمل بناتا ہے کہ ایک انسان غور وفکر اور سوچے سمجھے بغیر عمدہ افعال وواقعات سرانجام دیں اور نفس پر کنٹرول کر کے عمدہ اور اعلیٰ کام کرنے کو خلق کہا جاتا ہے۔اخلاق کا دوسرا نام یہ ہے کہ ایسا علم جس کے ذریعے انسان فضیلت اور رذیلت میں امتیاز کر سکے اس کو بھی اخلاق کا نام دیا جاتا ہے۔

اخلاقی اقدار کی قدرو منزلت:

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو اشرف المخلوق کا طرہ امتیاز عطا فرمایا ہے ہر مخلوق سے افضل انسان کو بنایا ہے لیکن اس کے باوجود اگر ہم ایک منٹ کے لیے یہ سوچیں کہ اس انسان کو دیگر مخلوق جانور حشرات الارض وغیرہ سے جدا کرنے والی کیا چیز ہے اگر ہم کائنات عالم میں نظر دوڑائیں تو ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جانور وہ بس اپنی جبلت کے تحت زندگی گزارتا ہے ہم اپنے معاشرے میں اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب کسی جانور کو بھوک اور پیاس کی شدت محسوس ہوتی ہے تو اس کے لیے پھر کسی چیز کے جائز وناجائز مستحب ومندوب حلال وحرام کا سوال نہیں بنتا اور دوسری سمت انسان ہے جسے اپنی زندگی کے ہر معاملات میں بہت سے مسلمہ اخلاقی اصولوں کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ شخص جب بھی اپنی کسی ضرورت کو پورا کرنے کی خواہش کرتا ہے تو اس کی اخلاقی حس اور اخلاقی رویہ اس بات پر توجہ دلاتا ہے کہ کہیں وہ کوئی غلط راستہ تو اختیار نہیں کر رہا کیونکہ جب کسی شخص کی اخلاقی حس اور رویہ کمزور ہو جائے تو پھر اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنی خواہشات کے کس کھیت کھلان میں زندگی بسر کر رہا ہے اور پھر وہ اپنی خواہش نفس کی تکمیل کے لیے ہر جائز وناجائز راستے کو اختیار کرتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔[10] سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں وہ اخلاقی اقدار جس کے ذریعے انسان اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر بقائے باہمی کا کردار ادا کرتا ہے ان میں سے چند اہم اخلاقی اقدار درج ذیل ہیں

تکریم انسانیت اور شرف آدمیت:

انسان کی تکریم کا مطلب ہے کہ ہر فرد کی عزت کی جائے اور احترام سے پیش آیا جائے یہ اصول مختلف معاشرتی اور اخلاقی اقدار پر مبنی ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور محبت کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتا ہے ہر شخص کی عزت نفس اور وقار کو بحال رکھنا چاہیے چاہے وہ کسی بھی حالت میں ہو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنی حیات طیبہ کے ذریعے نوع انسانی کی رہنمائی کی ہے تاریخ اسلام میں ایسی مثال نہیں ملتی آپ علیہ السلام نے انسانیت کو عزت بخشی آپ کی آمد سے قبل انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا جب آپ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ نے کتنی ہی انسانیت کی ایسی مثالیں قائم کی جنھیں رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا اور دوسرے لوگوں کی مدد کرنا خاص طور پر

ان لوگوں کی جو ضرورت مند یا کمزور ہیں اور اس سے اس بات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً انسانیت اور شرف آدمیت یہ شاعر اسلام میں سے ایک ہے یہی وجہ ہے کہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

"وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيۡٓ اٰدَمَ "۔[11]

ترجمہ: """اور تحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی"

دین اسلام مسلک مذہب حسب و نسب علاقہ اور زبان کے درمیان کسی قسم کی تفریق کیے بغیر تمام لوگوں کو انسانیت کی معراج کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرماتا ہے اور انسان ہونے کے ناطے اس کی شان و شوکت قدر و عزت اور اس کی ہر قسم کی برابری کا خیال کرتا ہے۔

""""مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا" ۔[12]

"اور ہر لحاظ سے تو گیر انسانیت پر اس کی عظمت کو یوں بیان کیا۔"

ترجمہ: """اَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا" [13]

ترجمہ: """اسی لیے دین اسلام اور سیرت طیبہ مختلف مذہب اور قوم والوں کے لیے باہمی تعلقات کی بنیاد میں عظمت انسان اور شرف آدمیت کو ایک بنیادی پہلو تسلیم کرتا ہے"

صداقت وامانت:

کوئی بھی بات یا کام اگر واقع اور حقیقت کے اعتبار سے ہو تو اسے سچ یا صداقت کہا جاتا ہے اور کسی انسان کا کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی بھی چیز حفاظت کے طور پر رکھوانا اس کو امانت کہتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے عصر حاضر میں ہمارے معاشروں میں صداقت اور امانت کے اعتبار سے بہت بڑی کمی واقع ہو رہی ہے ہر بات پر جھوٹ بولا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان بھائی کے پاس کوئی امانت رکھوادے تو وہ جلدی سے اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے معاشرے میں بدامنی عدم بقائے باہمی اور لڑائی جھگڑوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے حالانکہ قرآن وسنت صداقت اور امانت کے متعلق ہمیں یہ سبق دیتے ہوئے نظر آتے ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

""""اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا"۔[14]

ترجمہ: """ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُنہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں"

""""يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ وَتَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ"[15]

GUMAN گمان VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

ترجمہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔" قرآن پاک کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی بار صداقت اور امانتوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ امانت کے طور پر رکھی ہوئی شے کو واپس کرنا چاہیے۔"[16]

جب ہم قرآن اور سیرت کو پڑھتے ہیں تو اس سے ہمیں یہ حاصل ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے مشکل ترین لمحوں میں بھی امانت اور صداقت کا پلہ تھامے رکھا ہجرت کی رات نبی رحمت نے حضرت علی شیر خدا کو مکہ والوں کی امانتیں واپس کر کے پیچھے آجانے کے لیے کہا تھا یہ ان لوگوں کی امانتیں واپس کی جا رہی ہیں جو آپ کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب تک ہم صداقت اور امانت سے کام لیتے رہیں گے تو ہم بقائے باہمی اور اخلاقی اقدار کے اعلیٰ مقام فائز ہو سکتے ہیں

اتحاد و اخوت:

اتحاد و اخوت کا مطلب ہے کہ لوگوں کے درمیان یکجہتی اور بھائی چارے کے رشتے کو فروغ دیا جائے ایسے اصول کسی بھی معاشرے کی معاشرتی اور اخلاقی ڈھانچے کی بنیاد بنتے ہیں اتحاد و اخوت یہ ہے کہ ایک مسلمان بھائی دوسرے کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئے اور جو بات وہ اپنے حق میں پسند کرتا ہے اس کو دوسروں کے لیے بھی پسند کریں اس سے معاشرے میں امن و سلامتی کی فضا قائم ہوتی ہے لیکن اس کی جگہ عصر حاضر میں عدم اتحاد و اخوت کی بہت زیادہ کمی ہوتی چلی جا رہی ہے جس کی وجہ سے مسلمان آپس میں بھائی بھائی درکنار آج سگا بھائی اپنے سگے بھائی سے تعلقات قائم رکھنے کے لیے تیار نہیں ایک بالشت زمین اور ایک فٹ زمین پر ایک سگا بھائی اپنے بھائی کو موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرتا ایک گھر میں رہنے کے باوجود بھی بات کرنا گوارا نہیں کرتے جس کی وجہ سے معاشرے پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے حالانکہ سیرت طیبہ کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو ہمیں آپس میں پیار محبت اور اخوت کا درس دیتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جس میں مختلف عقیدے کے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں اور آپس میں اخوت محبت سے رہتے ہیں اسی لیے کسی بھی معاشرے کی کامیابی کے لیے بقائے باہمی آپس میں مل جل کر رہنا انتہائی ضروری ہے اس کے متعلق قرآن مجید اور سیرت النبوی اتحاد و اخوت کا درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں فرمایا۔

"انما المؤمنون اخوۃ"۔[17]

ترجمہ: ""مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھائی چارہ کا رشتہ قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ، لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ، وَلَا یَحْقِرُہٗ۔ اَلتَّقْوٰی ھَاھُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُہٗ، وَمَالُہٗ، وَعِرْضُہٗ"[18]

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

ترجمہ: """"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اُس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اُسے حقیر جانتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ الفاظ فرمائے: تقویٰ کی جگہ یہ ہے۔ کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دُوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔"

قرآن وسنت کے آئینے میں سیرت النبی کا یہ پہلو بھی ہمیں بقائے باہمی کا درس دیتا ہے بقائے باہمی اور اخلاقی اقدار کے لیے ضروری ہے کہ ہم محبت اور اخوت سے رہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفرتوں کو ختم کر کے اخوت کا رشتہ قائم کیا اور ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون اور شفقت و مودت سے رہنے کی تلقین کی ہے۔

سیرت النبی کی روشنی میں بقائے باہمی کے لیے معاشرتی اقدار۔

صبر واستقلال:

صبر کا لغوی معنی روکنا ہے اور برداشت کرنا ہے اس کا مطلب ہے کہ انسان جب اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف کچھ واقعات اور افعال دیکھے تو اس پر غصہ کی بجائے صبر سے کام لے صبر اور استقلال دو اہم جہتیں ہیں جو انسان کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں صبر یہ مشکلات کا سامنا کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے اور استقلال انسان کو آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے خود اپنی مرضی سے کرے اور اپنی منازل حاصل کرے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان کے اندر ہمت اور قوت پیدا ہوتی ہے اور ہمت اور طاقت کے باوجود انسان غصے سے کام لینے کی بجائے صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور صبر کا نہ ہونا معاشرے میں بہت سے بگاڑ کا سبب بنتا ہے اور کسی بھی انسان کا یہ وہ منفی رویہ ہے جو عصر حاضر میں بہت سے لوگوں میں پایا جاتا ہے اس کی چند مثالیں قابل ذکر ہیں:

اپنے فیصلوں کو دوسروں کے فیصلوں پر ترجیح دینا۔

یہ آج کل بہت عام منفی رویہ رکھا جاتا ہے جیسا کہ کسی بچے کے والدین اس کو ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں لیکن بچہ وہ ڈاکٹر نہیں بننا چاہتا بلکہ وہ خود کہتا ہے کہ میں یہ ڈاکٹری والا شعبہ نہیں اپنانا چاہتا میں فوجی یا پائلٹ بننا چاہتا ہوں لیکن ماں باپ اس بچے کی سوچ اور رائے لینے کے باوجود اپنے فیصلے اس پر مسلط کر دیتے ہیں اور زبردستی اس بچے کا داخلہ ڈاکٹری شعبہ میں کروا دیتے ہیں پھر اس کا نتیجہ کیا سامنے آتا ہے کہ وہ اپنے مضمون میں اچھے نمبر حاصل نہیں کر سکتا اور اس قدر محنت و مشقت نہیں کر سکتا جس قدر کرنی چاہیے تھی جس کے نتیجے میں والدین کا پیسہ اور بچے کا وقت دونوں چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں اور ایسا کیوں ہوا کیونکہ والدین نے اپنے فیصلے کو بچے کے فیصلے پر مسلط کیا اور یہ برداشت نہیں کر سکے کہ ان کے فیصلے کو رد کیا جائے بچے کی پسند کا احترام تو دور کی بات بلکہ اس پر اپنا فیصلہ مسلط کر دیا جاتا ہے لیکن والدین اپنا فیصلہ اور سوچ تبدیل کرنا برداشت نہیں کرتے۔

بہت دکھ کی بات ہے کہ عصر حاضر میں آج بھی ہمیں اس معاشرے میں جن خوفناک مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس میں سے ایک مسئلہ عدم صبر و تحمل یعنی عدم برداشت کا ہے اور یہ منفی رویہ انسانوں کی رگوں میں اتنا سرایت کر چکا ہے کہ ہر دوسرا تیسرا شخص اس بیماری کا شکار نظر آتا ہے اور اس کی زندہ مثال ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں اگر بھیڑ میں کوئی کسی سے ٹکرا جائے یا اے ٹی ایم مشین ہی میں چند منٹ زیادہ لگ جائیں تو عدم برداشت کے جو مناظر کھلتے ہیں ان کو ہم اپنی نظروں سے ملاحظہ کرتے ہیں دوسرا شخص کس قدر اپنا غصیلہ ردعمل دکھاتا نظر آتا ہے اور عدم صبر و تحمل کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بہت سارے خصوصا معاشرے کی اقدار متاثر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں جبکہ سیرت النبی اس معاملے میں ہماری بہت رہنمائی کرتی ہے اور حضور کی سیرت کے بہت سارے ایسے واقعات وافعال ہیں جن کو اپنا کر ہم صبر و تحمل کا دامن تھام سکتے ہیں۔

"یاایھاالذین امنوااستعینوا بالصبر والصلاۃ".[19]

" واصبر علی مااصابک ان ذلک من عزم الامور"[20]

صبر کے ذریعے گناہ معاف ہوتے ہیں حضور نے فرمایا مومن پر جب بھی سختی یارنج یا تکلیف آئے حتی کہ اسے کانٹا بھی چبھے تو اس کے بدلے میں اس کی کچھ خطائیں معاف ہو جاتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا اور اس پیغام کے پہنچانے میں آپ کو بہت سی مشکلات اور تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود آپ صبر واستقلال کے راستے سے منحرف نہیں ہوئے بلکہ حق اور یقین کے ساتھ جمے رہے

طائف والوں کو تبلیغ کرنے کے ردعمل میں آپ کو پتھروں کے ذریعے لہولہان کر دیا گیا اس کے باوجود آپ نے صبر سے کام لیا۔[21] عقبہ بن ابی معیط نے دوران نماز آپ پر اوجھڑی پھینکی اس کے باوجود آپ نے انتقام نہیں لیا بلکہ صبر کیا۔[22] جیسا کہ کفار مکہ نے حضور کو اسلام کی دعوت لانے پر آپ کو اور آپ کے خاندان کو تین سال تک شعب ابی طالب میں رکھا اس کے باوجود آپ نے صبر و تحمل کا دامن تھامے رکھا۔[23]

سیرت کے ان تمام واقعات سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ ہم پر جتنی بھی بڑی مصیبت اجائے اس پر صبر کرنا چاہیے لیکن جب وہ اس کے خلاف کرے گا تو وہ اپنے غم دکھ تکلیف دوسرے لوگوں کو سنائے گا چیخے گا چلائے گا اور بسا اوقات انسان اپنے آپ سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔ اگر ہم صبر سے کام لے لیں اور ایک دوسرے کو برداشت کریں تو پھر ایک معاشرے میں امن وسکون کی ہوا قائم ہو گی اور معاشرے اقتدار اور فروغ پائیں گے اسی لیے بقائے باہمی کے لیے ضروری ہے کہ جہاں بہت سے مکتبہ فکر کے لوگ موجود ہوں وہاں صبر واستقلال سے کام لیا جائے تاکہ کسی بھی شخص کی دل آزاری نہ ہو۔ صبر واستقلال یہ دونوں مل کر ہمیں زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے ان پر قابو پانے اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہونے میں مدد دیتے ہیں اسی طرح یہ اصول ہمیں مضبوط اور مستحکم بناتے ہیں تاکہ ہم ہر طرح کے چیلنجز کا سامنا کر سکیں۔

ایفائے عہد:

ایفائے عہد سے مراد ہے وعدہ کی پاسداری باہمی تعلقات اور اخلاقی اقدار میں سے سب سے اہم اور بنیادی اصول وعدہ کی تکمیل اور پاسداری ہے ایفائے عہد کا مطلب ہے کسی دی گئی عہد یا وعدے کو پورا کرنا۔ جب کوئی شخص اپنے دیے گئے عہد یا وعدے کو ادا کرتا ہے، تو اسے ایفائے عہد کہا جاتا ہے۔[24]

یہ ایک معاشرتی، اخلاقی، یا قانونی مسئلہ ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص اپنے دوست کو وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایک مخصوص وقت پر ملاقات کرے گا، اور وہ مخصوص وقت پر ملاقات کرتا ہے، تو اسے ایفائے عہد کہا جائے گا۔ اور قرآن وسنت میں اس پر بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود عصر حاضر میں ہمارے سماج میں جو برائیاں جنم لے رہی ہیں ان میں سے ایک برائی وعدہ خلافی بھی شامل ہے اور وعدہ خلافی ہماری زندگی کے مختلف شعبوں میں پائی جاتی ہے خواہ وہ سیاسی معاملات ہوں یا کاروباری معاملات ہوں یا آپس میں لین دین کے معاملات ہوں ہر شعبہ میں وعدہ خلافی کا عنصر پایا جاتا ہے جس سے بسا اوقات آپس کے تعلقات بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور خصوصا جہاں چند لوگ مل جل کر رہتے ہیں وہاں تو وعدہ کی پاسداری بے حد ضروری ہے جس کی وجہ سے بقائے باہمی کو فروغ ملتا ہے اور وعدہ کو پورا نہ کرنا اس کے بہت سے نقصانات ہو سکتے ہیں اگر لوگ اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتے ہیں، تو دوسرے لوگ ان پر اعتماد کم کر سکتے ہیں، جس سے بقائے باہمی متاثر ہوتی ہے۔ عدم وعدہ سے رشتے متاثر ہوتے ہیں، اور ان میں کمی پیدا ہوتی ہے، جو بقائے باہمی کو متاثر کرتی ہے۔ اگر والدین اپنے وعدوں کو نہیں پورا کرتے تو بچوں کو بھی اعتماد کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں، جو بقائے باہمی کو متاثر کرتی ہے۔ عدم وعدہ تعلقات کی کمزوری پیدا کرتا ہے، جو بقائے باہمی کو متاثر کرتی ہے، اور ممکن ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے دور ہو جائیں۔ قرآن مجید متعدد مقامات پر وعدہ کی تکمیل کے متعلق حکم بیان کرتا ہے اور ایک مقام پر کامیابی حاصل کرنے والے مسلمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اپنے وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں"

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ".[25]

ترجمہ: ""اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں"

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہمیں وعدوں کی پاسداری کے بارے میں یوں رہنمائی ملتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں حسن اخلاق کے بارے میں واعظ و نصیحت کرتے تو اس میں وعدوں کی پاسداری کے متعلق ضرور بیان کرتے فرماتے اس کا دین کامل نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں.[26] ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے جو کسی کی امانت میں خیانت کرتا ہے اس کا ایمان کامل نہیں اور جو وعدہ خلافی کرتا ہے اس کا دین مکمل نہیں۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت سے سخت مقام پر بھی وعدہ کی پاسداری کی ہے جس طرح صلح حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ کے ساتھ سخت شرائطوں پر معاہدہ کیا گیا حالانکہ مسلمان اس معاہدے پر خوش نہیں تھے ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالی عنہ کفار مکہ سے بچ

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

کر حدیبیہ کے مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اب وعدہ کے مطابق ان کو واپس کرنا چاہیے تھا تو صحابہ کرام اس بات پر خوش نہیں تھے کہ ان کو واپس کیا جائے کیونکہ وہ کفار سے بچ کر آئے تھے اور کفار ان پر ظلم و ستم کرتے تھے لیکن حضور نے اس سخت موقع پر بھی وعدہ کی پاسداری کی اور ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ کے حوالے کر دیا. [27]سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے واقعات ہمیں بقائے باہمی اور اخلاقی اقدار کے اعلیٰ مقام پر فائز کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ بقائے باہمی پر بہت گہرا اثر ڈالتا ہے۔

عدل وانصاف:

عدل لغت میں فیصلہ یاانصاف کرنا ہے اور عدل مصدر ہے اس کا مطلب حقیقت اور اعتدال پسند ہونا ہے اسے مراد کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کرنا حقدار کو اس کا حق دینا اور لوگوں کے ساتھ برابر کا سلوک اختیار کرنا عدل کہلاتا ہے۔[28] اگر دیکھا جائے تو اس کائنات میں جو نظام چل رہا ہے وہ عدل وانصاف سے ہی وابستہ ہے درحقیقت کائنات کے نظام میں عدل وانصاف سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اسی لیے معاشرے میں عدل وانصاف کا ہونا اللہ کی رحمت اور اس کا نہ ہونا عذاب ہے۔ امن کا تصور انصاف، انسانی ترقی، اتحاد، نجات، درستگی اور ہم آہنگی پر مشتمل ہے۔ اسلام میں امن کا انصاف کے ساتھ بہت اہم تعلق ہے۔ ایک پر امن معاشرے میں لوگ زندگی کے تمام پہلوؤں میں محفوظ محسوس کرتے ہیں اور یہ کسی بھی قسم کی عدم مساوات، ناانصافی اور تشدد کو ختم کر دیتا ہے۔ اس طرح، اللہ نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اسلام کا اصل مقصد انصاف قائم کرنا ہے۔ انصاف کے بغیر امن کا تجربہ نہیں کیا جاسکتا۔ انصاف اسلام میں ایک اہم پہلو ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ کسی بھی صورت حال میں انصاف کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اس طرح، ظلم کو اسلام میں ناانصافی کا ایک بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ امن کا تصور انصاف، انسانی ترقی، اتحاد، نجات، درستگی اور ہم آہنگی پر مشتمل ہے۔ اسلام میں امن کا انصاف کے ساتھ بہت اہم تعلق ہے۔ ایک پر امن معاشرے میں لوگ زندگی کے تمام پہلوؤں میں محفوظ محسوس کرتے ہیں اور یہ کسی بھی قسم کی عدم مساوات، ناانصافی اور تشدد کو ختم کر دیتا ہے۔ اس طرح، اللہ نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اسلام کا اصل مقصد انصاف قائم کرنا ہے۔ انصاف کے بغیر امن کا تجربہ نہیں کیا جاسکتا۔ انصاف اسلام میں ایک اہم پہلو ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ کسی بھی صورت حال میں انصاف کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اس طرح، ظلم کو اسلام میں ناانصافی کا ایک بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔[29]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

:إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔"[30]

ترجمہ": **بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ حق تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔**

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ"۔[31]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ انصاف کی گواہی دیتے ہوئے، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل سے نہ روکے۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔

بقائے باہمی کے لیے عدل وانصاف ایک لازمی جزء ہے کیونکہ جس معاشرے میں عدل وانصاف قائم ہوتا ہے ہر فرد کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے حقوق محفوظ ہیں اور جس معاشرے میں عدل وانصاف قائم نہیں ہوتا اس میں لوگ افراتفری کا شکار ہوتے ہیں اور خصوصا جہاں مختلف نظریات اور سوچ رکھنے والے لوگ موجود ہوں وہاں تو عدل وانصاف کی ضرورت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس کو ہم سیرت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ایک مخذومی عورت جس نے چوری کی آپ علیہ السلام نے اس کے بارے میں حد جاری کی تو لوگوں نے مشورہ کرنے کے بعد حضرت اسامہ کو سفارش کرنے کے لیے بھیجا تو آپ نے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے اگر یہاں میری بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ قلم کر دیتا ہوں یہ عدل وانصاف کی اعلیٰ مثال تھی جو آپ نے قائم کی۔[32]

خلاصہ ءبحث:

بقائے باہمی کے لیے بات چیت مکالمہ بازی بہت ضروری ہے تاکہ دین اسلام ایک امن وامان کی فضا میں پروان چڑھے کیونکہ جو جنگ ہوتی ہے اس کا ہدف ظلم کا کلی طور پر خاتمہ کرنا مقصود ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس کسی بھی معاشرے کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے صلح اور حسن سلوک کا ماحول بنانا چاہیے اور سلامتی کو مضبوط تر بنانے کے لیے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ بے حد ضروری ہے دین اسلام نے ہمیں ابتدائی مراحل کے اندر ہی امن وسلامتی کی خاطر پر امن بقائے باہمی کے لیے ساری قوموں اور ساری دنیا کے ادیان کو اس بات کی خوشخبری دی ہے کہ مختلف مذہبوں کے درمیان رعایت کی جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے لیکن اس کے برعکس عصر حاضر میں اسلام اور اسلام کی شناخت اور اس کے اعزاز کو کلی طور پر بھلا کر مسلمانوں کو فتنہ انگیزی اور بدامنی کی صف میں کھڑا کرنے کی ناکام کوشش ہو رہی ہے۔

کسی بھی معاشرے کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے بقائے باہمی سے اعراض نہیں کیا جا سکتا بقائے باہمی کے لیے سیرت طیبہ سے ہمیں اخلاقی اور معاشی اقدار کی روشنی مثالیں ملتی ہیں۔ بقائے باہمی انسانی معاشرت کی بنیاد ہے۔ یہ معاشرتی انسانیت کی بنیادی اصولوں میں شامل ہے جو احترام، تعاون، اور رابطہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ بقائے باہمی کے بغیر، معاشرتی نظام معمول کی ہدایات اور ترتیبات میں افسردگی، اختلافات، اور تناؤ کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، بقائے باہمی معاشرت کی ترقی، توسیع، اور ترقی کے لیے ضروری ہے۔ معاشرتی اقدار وہ اخلاقی اصولات ہیں جو معاشرتی زندگی میں افراد کی عملیات، رفتار، اور روابط کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ اقدار انسانی معاشرت کی بنیاد کو مضبوط بناتے ہیں اور معاشرتی تعاملات کو محترمانہ، متعادل، اور مؤثر بناتے ہیں۔ اخلاقی اقدار معاشرتی اور فردی زندگی کے لیے بنیادی ہیں۔ یہ اقدار انسان کے کردار، عمل، اور اندریشے کو موجودہ معاشرتی معمولات اور اصولوں کے مطابق شکل دیتے ہیں۔ یہ اقدار انسانی مع اشرت کی بنیاد کو مضبوط بناتے ہیں اور ایک خوشحال، موثر، اور متعادل معاشرت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

حوالہ جات:

[1]Syed Rehan Muhammad Shaban, Possibilities of Peaceful Coexistence between Muslims and Jews, Perspectives 2023. Volume 4 Issue No. 3

[2]Nazi, Muhammad Zaman, Abdur Rashid Qadri, & Farman Ali. "The role of religion in establishing peaceful coexistence in society." *Journal of Islamic Thought and Civilization* 8, no. 2 (2018):163-182 at 171.

[3]سورۃالنحل125: 14

[4]سورۃالبقرہ256: 3

[5]سورۃالکھف29: 15

[6]سورۃیونس99: 11

[7]سورۃالغاشیہ22: 3

[8]سورۃال عمران110: 4

[9]حلیۃالاؤلیاء،ابونعیم ج:3ص: 100

[10]ریحان احمد یوسفی، ہمارہ اخلاقی بحران2019.12ص:60-61

[11]ریحان احمد یوسفی، ہمارہ اخلاقی بحران2019.12ص:60-61

[12]سورۃ بنی اسرائیل70،15

[13]سورۃالنساء92۔5

[14]سورۃالنساء58, 5

[15]سورۃالانفال27،9

[16]تاریخ الطبری, امام ابی جعفر بن جریر الطبری مؤسستہ الاعلیٰ للمطبوعات لبنات ج:2ص:99

[17]سورۃالحجرات26،10

[18]صحیح مسلم،ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری،حدیث نمبر4650

[19]سورۃالبقرہ2،153

[20]سورۃلقمان21،17

[21]سیرت ابن اسحاق/سیرت ابن ہشام،پبلشرز2018

[22] صحیح البخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری

[23]سیرت ابن اسحاق/سیرت ابن ہشام،پبلشرز2018

[24]Dr. Sajjad, Peaceful Coexistence in Islamic Thought, Al Qalam, 2010

[25]سورۃالمؤمنون18،08

[26]الترغیب والترہیب،امام حافظ زکی الدین المنذری:ص21

[27]الاستعاب،امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرطبّی التمری:ج2

[28]التعریفات الجرجانی،علی بن محمد بن علی،ص:106

[29]Muhammad Junaid Mughal, Siddiq Ali Chishti, Madiha Shehzadi and Farman Ali. “The Concept of Peace in Buddhism, Jainism and Islam.” *International Journal of Islamic Studies and Culture (IJISC)* 3, 4 (2023): 78-94 at 90.

[30]سورۃالنساء5،58

[31]سورۃالمائدہ6،08

[32]سنن نسائی،امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی،حدیث نمبر4905